تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

(پندرھویں قسط)

اور مروہ کا ذکر صحیفۂ ابراہیمؑ میں موجود ہے اور جن لوگوں نے اس مقام کو "قدس" میں گردانا ہے انہوں نے تحریف کی ہے۔ کلمات کو تبدیل کیا ہے باوجود اس تحریف کے وہ اس پر قادر نہیں ہوئے کہ مروہ کو حرم بیت اللہ سے خارج متعین کرسکیں اور اس لئے ان کی تمام کوششیں باطل اور رائیگاں گئیں۔

ہمیں اس سے انکار نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰق کے لئے دوسرا منسک گردانا ہو، جیساکہ حضرت اسمٰعیلؑ کا منسک مروہ کو گردانا اور ان کو ذبح کرنے کا اور اس امتحان کا قصد کیا ہو۔ لیکن اصل منسک حضرت اسمٰعیلؑ کا منسک تھا۔ تو ہمارا نزاع اولاد ابراہیمؑ میں نہیں ہے اور منسک مروۃ متعین ہوگیا اور آیت (۱۵۸) میں خلق رابع ہوگیا۔

- اس کے بعد انذار یعنی ڈرانے کا بیان ہے کہ جو شخص آیات الٰہی کو چھپائے اس کو ڈرایا جائے اور میں نے تعقیب انذار من یکتم آیات اللہ یعنی آیات الٰہی کو چھپائے اس کو ڈرانے کو اخلاق بلعیہ پر تقسیم کیا ہے اور یہ ایسے معنی ہیں کہ اوائل مفسرین نے اس کی راہ نمائی نہیں پائی اور تحدیث نعمت الٰہی کی غرض سے یہ کہتا ہوں۔

میں نے اس سے جو اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم اسلامی کو عام کیا جائے۔ یعنی مسلمانوں پر اسلامی تعلیم فرض حتمی ہے اور جو اس تعلیم کو حاصل نہیں کریگا وہ جہنمی ہوگا اور وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔

أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۱۵۹

اور یہی لوگ ہیں جن پر خدا لعنت بھیجتا ہے اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

اگر وہ اس جرم میں مرگئے تو کافر مریں گے جن پر خدا کی لعنت ہوگی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے لئے جہنم ہوگی اور ان سے عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انسے مہلت ہی دی جائے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۱۵۹ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۱۶۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۱۶۱ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۱۶۲

اور وہ جو ہم نے کھلے ہوئے احکام اور نیز ہدایت کی باتیں اتاریں اور کتاب توراۃ میں ہم نے لوگوں کو صاف صاف سمجھا دیں اس کے بعد بھی وہ ان کو چھپائیں تو یہی لوگ ہیں جن پر خدا لعنت بھیجتا ہے اور دنیا بھر کے لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں مگر جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی اور جو کچھ کتاب میں تھا صاف صاف بیان کردیا تو یہی لوگ ہیں جن کی توبہ ہم نے قبول کرلی اور ہم توبہ کے بڑے قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں جو لوگ جیتے جی اس حق سے انکار کرتے رہے اور انکار ہی کی حالت میں مرگئے یہی ہیں جن پر خدا کی لعنت اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی سب کی ہمیشہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے نہ تو ان پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو عذاب کے بیچ میں مہلت ہی ملے گی۔

قولہ تعالیٰ

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى

خدا کا فرمان

جو کچھ ہم بینات اور نشانیاں اور ہدایت اتاری۔

بینات مراد اخلاق ثلاثہ ہیں، اول اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ دوم اللہ تعالیٰ کا شکر۔ سوم صبر علی اللہ۔ یہ تین اخلاق ایسے ہیں کہ کوئی دین ایسا نہیں ہے جس میں اس کی ترغیب نہ دی گئی ہو اور ان کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اس کو دین کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں۔

"بینہ" منطقیوں کے قول کے موافق بدیہیات ہیں اور "ھدی" وہ ہے جس کی تحصیل میں تعلیم و

ارشاد کی ضرورت ہو اور منطقیوں کے نزدیک اس کو نظری کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سے مراد تعظیم شعائر اللہ ہے اور یہ چوتھا قلق ہے۔ انسان اس کی ہدایت نہیں پاسکتا جب تک کہ اس کی تعلیم و تفہیم اور ارشاد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ادیان کا امتیاز ایک دوسرے سے شعائر اللہ ہی ہوتا ہے اور ہر قوم کے نزدیک ایک جداگانہ امتیاز ہے۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ	اس کے بعد کہ ہم نے کتاب قرآن لوگوں کے صاف
فِى الْكِتٰبِ ۙ	صاف واضح کر دیا۔

اس کتاب کی تعلیم حاصل کرنا، اس کو دوسروں کو سکھانا ہر شخص پر واجب و فرض ہے اور ساتھ ہی ساتھ واجب اور فرض ہے دوسروں کو اس کی تعلیم دیں پس جو شخص اس کو چھپائے اور بیان نہ کرے وہ سبیل اللہ سے لوگوں کو روکتا ہے اور سبیل اللہ سے روکنے والا جہنمی ہے۔

ہم ترقی پذیر امتوں اور قوموں کو دیکھ چکے ہیں اور ترقی و پیشقدمی انہوں نے اس لئے کی کہ تعلیم کو عام، جبری اور لازمی کر دیا کہ قوم کا ہر فرد و بشر تعلیم حاصل کرے۔ ہم نے مسلمانوں کا دور اول دیکھا کہ فتنہ حضرت عثمانؓ سے قبل یہ لوگ کس طرح ہم سے سبقت لے گئے تو ہم اس حقیقت کو سمجھے کہ جب تک تعلیم کو عام اور جبری اور ہر فرد امت کے لئے لازمی نہ کر دی جائے جب ہم نے ان حضرات سے ان آیتوں کو پڑھا، اور ہدایت و راہ نمائی پائی۔ دور اول کے مسلمانوں نے اس فرض کی ادائیگی میں پوری پوری کوشش کی اور ان آیتوں کے مقتضا کے مطابق عمل کیا اور پوری طرح عمل کیا اور فہم کتاب کی نعمت ہمارے لئے پوری ہو گئی اور اس کا ربط بھی معلوم ہو گیا۔ والحمد للہ۔

جب ہم اپنے تقدم و پیشقدمی کے نظریہ کو ہمارے نوجوان مسلمانوں کے سامنے اس آیت کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ الی قولہ	تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔ الی قولہ۔ اور
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ	ان کو مہلت نہیں دی جائے گی۔

تو یہ شرح و تفسیر سن کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور پس ماندگی پر نادم ہوتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کو آج تک سمجھا ہی نہیں اور اس پر قطعاً غور و تدبر نہیں کیا۔

پھر ہم ایسی روایات پاتے ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ صفت خاص یہود کی تھی اور اس کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے اور ہمارے نزدیک یہ بالکل صحیح ہے کہ اس فرض کی ادائیگی سے پیچھے رہنے والے اس زمانے میں یہود کے سوا کوئی نہ تھا۔

پس ان دنوں مفسرین کی استطاعت نہیں تھی کہ اس کی مثال جو اس فرض کی ادائیگی سے پیچھے رہے پیش کریں سوائے اہل کتاب کے تو خدا نے فقط بطور تمثیل اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس کی تحریف کی اور اس کو یہود کے ساتھ مخصوص کر دیا اور پھر اس تحریف کی ابتداء اس جملہ کو اس قول خداوندی میں زیادہ کر دیا

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی — اور ہم نے بینات اور ہدایت جو تم پر اتاری

اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مراد ہے یعنی بینات اور ہدایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقصود ہے۔ گویا فعل مذکور کی کوئی قیمت اور وقعت ہی نہیں ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ان آیات میں کہاں ذکر ہے یہ ان کا شغل آیات کو آگے پیچھے سے کاٹ دینا ہے پھر اس کے بعد تمام متاخرین مفسرین کا معول اور دارومدار اسی معنی پر ہو گیا۔

اور میں ان تمام باتوں کی علت امر کو گردانتا ہوں لوگوں نے کتاب اللہ پر غور و تدبر ترک کر دیا اور سوء فہم کے شکار ہو گئے۔ ہمارے نوجوان جبری عمومی تعلیم پر غور کر رہے ہیں کہ تمام انسانوں پر لازم کر دی جائے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام نے اس بارے میں کوتاہی کی ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کو پیش نہیں کیا ہے اس لئے مسلمان پیچھے رہ گئے اور علماء یورپ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور اس لئے وہ فائز المرام ہوئے اور پیشقدمی میں آگے نکل گئے اگر پیشقدمی کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو اہل یورپ کی اقتداء کرنا چاہیئے اور وہ کام ہمیں کرنا چاہیئے جو یورپ کر رہا ہے اور اس میں وہ اپنی ذلت سمجھتے ہیں کہ جو چیز ان کے یہاں نہیں ہے وہ یورپ والوں سے لینی پڑتی ہے لیکن ہم نے ان کے سامنے ایک مجمع میں کہدیا۔ تاکہ ان کا خیال زائل ہو جائے اور خیالات کی اصلاح ہو جائے۔

کیا ہمارے علماء اور مدارس میں درس دینے والے سنتے ہیں؟ بہت سے سنتے بھی ہیں لیکن سننے والے بہت کم ہیں۔ ان دماغوں سے یہ فکر دور نہیں ہوتی کیونکہ اس سے پہلے متقدمین میں سے کسی سے یہ سنا نہیں اور متقدمین نے یہ کہا نہیں ہے اور پھر اگر یہ قبول کرتے ہیں یہ اس زمرہ میں داخل ہو جاتے ہیں جو اس آیت نے کہا ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡهُدٰی ۱۵۹ — وہ لوگ جو ہم نے کھلی نشانیاں اور ہدایت پیش کی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔

اور ان میں اپنی جہالت و بے عملی اور عدم معرفت کے اقرار کی جرأت نہیں ہے اور الحمدللہ کہ اپنے نوجوانوں اور سمجھداروں کی قوت و طاقت سے ہم ان پر غالب آگئے ہیں۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ محمد علی صاحب جنھوں نے ہمارے استاذ کو شیخ الہند کا خطاب دیا تھا۔ اس سے بہت متاثر ہوئے یہ محمد علی صاحب نوجوان بڑے عاقل اور ذہین تھے اور وطن کی بہی خواہی میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے۔ مخلص اور بے لوث آدمی تھے۔ تقدم و پیشوائی اقدام و پیشروی میں بڑا اونچا درجہ رکھتے تھے۔

جب تعلیم عام اور جبری کر دی جائے اور ہر ہر فرد اجتماعیہ پر لازم کر دی جائے تو ہم اس پر قادر ہو جائیں گے کہ قوت اسلامیہ کل کی کل ہمارے ہاتھ میں ہوگی اگرچہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ لوگوں کو ہماری فکر ہمارے نظریہ کو جو ہم نے قرآن مجید سے اخذ کیا ہے ماننے پر مجبور کریں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے اس پر چلنے کے لئے مجبور کریں کیونکہ ہمارے معاصر و ہم زمانہ لوگ اس پر قادر ہیں کہ وہ ہمارے خلاف رائے پیش کریں جو بالکل اس کے خلاف ہو۔ اس صورت میں مسئلہ پہلے سے زیادہ مشتبہ ہو جائے گا اور اس سے نجات پانے کی غرض سے ہم نے اپنے کو حکمت امام ولی اللہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور ہم امام ولی اللہ کی امامت کے قائل ہیں پھر جب ہم اصول تدبر کتاب اللہ طریقہ "فوز الکبیر" سے کریں تو اس قسم کے مسائل کو حل کرنے میں بڑی سہولت و آسانی ہو جاتی ہے۔ باب ثانی یہاں ختم ہوا۔

اس کے بعد آیت (۱۶۳) سے آیت (۱۷۱) تک اصول اجتماعیہ اولیہ کا ذکر ہے۔ جو بوادی صحراء اور پہاڑوں میں پیش آتے ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں کیفیت استنباط ارتفاقات میں فرماتے ہیں۔

جبکہ ارتفاقات اور طریقہ معاشرت تمام لوگوں کا یکساں نہیں ہوتا۔ اور برابر نہ ہونے کے چند اسباب ہیں تو ارتفاقات و طریقہ معاشرت کی دو حدیں مقرر ہیں پہلی حد وہ ہے جس سے اجتماعات قاصرہ علیحدہ نہیں ہو سکتے مثلاً دیہاتی اور صحراء اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں

اقلیمہائے صالحہ سے دور بسنے والے ہوتے ہیں اور اس کو ہم ارتفاق اول یعنی طریق معاشرت کی پہلی حد کہتے ہیں۔ انتہی۔

اور ہم نے اپنے اجتہاد سے اس باب کو درجۂ اجتماعیہ گردانا ہے۔

خدا کا فرمان!	قولہ تعالیٰ
اور تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑا رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے۔	وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۱۶۳

اس میں اجمالی طور پر ان اخلاق اربعہ کا ذکر ہے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے — اور وہ — ذکر اللہ — اور شکر اللہ — اور صبر — اور تعظیم شعائر اللہ ہے۔ اور یہ سب کے سب اس آیت سے متفرع ہوتے ہیں۔

اور محبت اللہ الٰہ واحد پہلے تین اخلاق سے واجب ہوتی ہے اور کلمۂ الوہیت صبر سے ماخوذ ہے اکابر علمائے میں ایک زبردست شخصیت شیخ فضل الرحمٰن مرادآبادی کی تھی اور یہ شیخ محمد اسحٰق کے تلمیذ خاص تھے۔ نیز انھوں نے امام عبدالعزیزؒ سے بھی تعلیم حاصل کی تھی اور انہوں نے امام عبدالعزیزؒ سے حدیث مسلسل اخذ کی تھیں اور ہمارے زمانے میں ان کی اسناد انہیں کے ساتھ مخصوص تھی۔ ان کے اقران اور معصروں میں شیخ محمد اسحٰقؒ کے تلامذہ میں سے امام شیخ عبدالعزیزؒ سے کسی نے بھی کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ یہ ہمارے شیخ کے شیخ تھے اور نقشبندی طریقہ رکھتے تھے ان کے مرید اور پیرو بہت زیادہ تھے۔

یہ شیخ اپنے اتباع اور پیروؤں کو ہندی میں قرآن کا ترجمہ پڑھاتے تھے جو ہندوستان کی عام زبان تھی جب اللہ اور الٰہ کا کلمہ آیا تو لوگ عربی میں اس کے معنی نہ سمجھے۔ اس کے مفہوم سے قطعاً واقف نہ ہوئے۔ اگرچہ علماء اس کا مفہوم سمجھتے تھے۔ علماء کے نزدیکؒ اس کی شرح تتألہ عقولہم ہماری زبان میں کرتے تو اس موقع پر شیخ نے ہندی کا کلمہ ایسا پیش کیا جو عربی کلمہ کے پورے پورے معنی ادا کر سکے اور عوام ہندوستانی عقلوں میں اس کا مفہوم قائم ہو جائے۔

جو لوگ کہتے ہیں عجمی کلمات والفاظ عربی کلمات والفاظ کے معنی ادا نہیں کر سکتے یا یہ سمجھتے ہیں کہ عجمی زبان میں ایسے الفاظ و کلمات موجود نہیں ہیں جو عربی کلمات والفاظ کے ہموزن و ہم معنی ہوں۔ یہ ان لوگوں کی فکر ہے

جو ہندی زبان اور اس کی وسعت کو نہیں جانتے اسی زبان میں ہر مذہب کی اصطلاحات کا ترجمہ کیا جاسکے ایسی صلاحیت موجود ہے ۔

یہ شیخ ان میں سے نہیں تھے اور اسی بناء پر انہوں نے لفظ " اللہ "۔ اور " الٰہ " کے معنی من موہن کئے اہل ہند اس کلمہ اور لفظ کو اس کے لئے استعمال کرتے ہیں جس سے متعلق الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوں اور فارسی میں اس کا ترجمہ " دلربا " ہوتے ہیں ۔

اور جب کلمہ کلمہ " اللہ — اور " الٰہ " غایت درجہ کی محبت کے لازم ہے تو اس سے " ذکر " ۔ " شکر " اور " صبر " پیدا ہونا ضروری ہے ۔

اور جو شخص یہ کہے محبت الٰہی سے اخلاق کس طرح پیدا ہوتے ہیں اور محبت عقلی کیا چیز ہے اور محبت عشقی کیا چیز ہے اس کو سمجھنا چاہیے تو مولانا صدر الشہید کی کتاب صراط مستقیم کا مطالعہ کرے ۔ اس کے مطالعہ سے بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی ۔

اس کے بعد کلمۂ " الرحمٰن الرحیم " آتا ہے ۔ ہمارے نزدیک یہ عنوان ہے تجلی اعظم اور حظیرۃ القدس کا اور دونوں سبب تعظیم شعائر اللہ کے ہیں اور یہ اجتماع قاصر کے لئے اساس و بنیاد کا حکم رکھتے ہیں اور یہی قصر انسانیت کی بنیاد کی پہلی اینٹ ہے

اس کے بعد آیت (۱۶۴) آتی ہے جس کے اندر اکتساب معاش اور اس کے ذرائع وسائل کا ذکر ہے ۔

قولہ تعالیٰ	خدا کا فرمان !
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ	بے شک آسمان اور زمین پیدا کرنے میں اور رات و دن کی آمد و شد میں اور جہازوں میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں یعنی مال تجارت سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور بارش میں جس کو اللہ برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے پیچھے پھر زندہ کرتا ہے اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے ادھر ادھر پھرنے میں اور بادلوں میں خدا کے حکم سے آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل

الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۱۶۴ رکھتے ہیں خدا کی بہتری نشانیاں موجود ہیں۔

انسان اپنی زندگی میں سب سے پہلے کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے اور اسی لئے بعض کو بعض کی امداد کی ضرورت رہتی ہے اور اس لئے سب سے پہلے اجتماعیت انسانیت مجتمع ہوتی ہے وہ اکتساب معاش ہے آخر آیت میں لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں) وارد ہے اور اس لئے ہم نے اس آیت کو کسب معاش پر محمول کیا ہے۔

پھر پس اس وقت ہم فلک، کشتی، جہاز، اسٹیمر جو دریا میں چلتے پھرتے ہیں ان کے متعلق بحث کرتے ہیں تاکہ اس سے فائدہ اٹھائیں اس آیت میں دریائی تجارت کے اشتغال کی طرف اشارہ ہے۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۱۶۴ — اور جو پانی ہم نے آسمان سے اتارا ہے اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندگی بخشی۔

اس میں فلاحت وزراعت کی طرف اشارہ ہے۔ اور

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ — پھر زندہ یعنی شاداب کرتا ہے اور قسم کے جانوروں میں۔

اس میں مویشی، اونٹ، بیل، گائے، بکری، بھیڑ، گھوڑا اور خچر وغیرہ کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی پرورش کیسے کی جائے اور ان سے فائدہ کس طرح اٹھایا جائے اور اس میں صید وشکار کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ — اور ہواؤں کو ادھر ادھر پھیرنے میں۔

اس میں تصریف ریاح، بواسطہ آلات اور انشاء معامل ومصانع یعنی ہر کام کرنے اور صنعت و حرفت کے کارخانے بنانے کی طرف اشارہ ہے اور کنووں تصریف ریاح کے ذریعہ پانی کھینچنا تو انسانیت کے پاس قدیم زمانے سے رائج ہے

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ — اور بادلوں میں جن کو مسخر کردیا۔

تسخیر سحاب بین السماء والارض اور اس میں تصریف اور لوٹ پھیر کرتے ہیں ہمارا خاص نظریہ ہے

اس میں اشارہ ہے تسخیر تجارات (اسٹیم) اور مراکب تجاریہ، مثلاً ریل گاڑی اور موٹر وغیرہ چلانا۔ مراکب ہوائیہ یعنی ہوائی جہاز چلانے اور مراکب بحاریہ جو دریا میں چلتے پھرتے ہیں ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ انجرات صرف پانی سے حاصل کئے جائیں پانی اور تیل سے حاصل کئے جائیں تمام کو شامل ہے۔

جب انسان کے ہاتھ میں تسخیر سحاب ہے تو یہ انجرات ہی تو ہیں۔ ان انجرات کے ذریعہ کہربائی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے زمانے میں ارتفاقات اور امور معاشیہ تصریف ریاح اور انجرات ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ آیت ان تمام کو شامل ہے اور ان تمام کے متعلق لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ( ) میں وارد ہے۔ اور تبادلہ افکار اور تکامل عقول سے پیدا ہوں سب کو شامل ہے۔

تو گویا تمام اسباب معاش اس آیت کے اندر مضبوط و مستحکم کر دیئے گئے۔

اب باقی رہی آیت

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — بے شک آسمان و زمین کی تخلیق میں

تو میرے نزدیک ہیئت مختلفہ سے زمین کی تخلیق سے اشارہ معادن اور کانوں کی طرف اشارہ ہے اور تخلیق سماوات جو موسموں کی تبدیلی اور مختلف فصلوں کی طرف اشارہ ہے جو تنظیم حیات اور اس کے استفادہ کے لئے ہیں کہ بارد اور سرد ملکوں کے باشندے اور گرم ملکوں کے باشندے اپنی اپنی آبادیاں اور موسموں کے اعتبار سے اپنی اپنی معاش پیدا کریں اور اختلاف لیل و نہار سے مستفاد ہوتا ہے۔

پھر علوم ریاضیہ اور علوم الٰہیہ بھی اجتماعیت انسان میں انسان کی معاش کے ذرائع و وسائل و اسباب ہوتے ہیں اور ان تمام کا مستند اور تعلق "السماوت" سے ہے یعنی "السماوات" وہ کلمہ ہے جس کو ہم کرات سماویہ کہتے ہیں یعنی آسمان کے چکروں سے تعبیر کرتے ہیں اس پر بولا جاتا ہے اور عالم مثال پر بھی بولا جاتا ہے اور یہ علوم سماوات ملاحظہ سماوات سے عقل انسانی کی تکمیل کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کو یہ شامل ہے اور یہ آیت لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (عقل مند لوگوں کے لئے) میں داخل اور شامل ہیں۔

اور آیات صابیہ کے اصل موسس حضرت ادریس علیہ السلام تھے[1]۔ اور یہی علوم ریاضیہ، الٰہیہ کو لانے والے ہیں۔ انسانیت کو کمال تک پہنچانا جس طرح زمین کا محتاج ہے۔ اسی طرح آسمان کا

---

[1] تفسیر مدارک میں تفسیر سورۂ مریم میں کہتے ہیں ادریس ہی کا نام اخنوخ ہے۔ سب سے پہلے مرسل اور

بھی محتاج ہے ۔

لیکن عام مفسرین ان تمام آیتوں کو " رحمانؑ " کی توحید ثابت کرتے ہیں جس کو قرآن حکیم نے پیش کیا ہے یہ مفسرین اپنے سے پیچھے کی طرف دیکھتے ہیں۔ گویا قرآن نے کسی کو خطاب نہیں کیا۔ صرف اعراب بادیہ اور دیہات کے باشندے ہی تنہا اس سے مخاطب ہیں۔

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اسباب معاش اور اس کے وسائل و ذرائع سب کے سب " رحمانؑ " کی تخلیق ہے اور رحمت رحمان و رحیم سے وابستہ ہے اور اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ معاش کی خاطر کسی انسان کی عبادت و پرستش نہ کرے اور ان اصول عقاید پر مستقیم رہے جو اس نے باب اول سے حاصل کئے ہیں۔

قولہ تعالیٰ	خدا کا فرمان !
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ (۱۶۵)	اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی شریک خدا ٹھہراتے ہیں اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں اور ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے اور جو بات ان ظالموں کو عذاب کے دیکھنے پر سوجھ پڑیگی اے کاش اب سوجھ پڑتی کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو بدعملی اس لئے کرتے ہیں اور لوگوں کی عبادت اور پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ وسائل معاش اور ذرائع معاشرت پر غلبہ پالیں اور معاش کو اپنے ہاتھوں میں کرلیں اگرچہ یہاں ان لوگوں کو نقطہ خطاب کیا گیا ہے جو ان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں ۔

ہی حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں اور ان ہی نے سب سے پہلے قلم سے لکھنا اور کپڑوں کا سینا سکھایا ہے اور انہی نے علوم نجوم و حساب پر غور و فکر کیا ہے ۔ اور تولنا، وزن کرنا، کیل و ناپ کرنا اور اسلحہ بنانا سکھایا ہے ۔

کتبہ محمد نور مرشد

قولہٗ تعالیٰ | خدا کا فرمان!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللہِ — اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو شریک خدا ٹھہراتے ہیں

یہ انداد یہ شرکاء کون ہیں؟ وہ لوگ ہیں جو مراکش معاش کے مالک ہیں اب وہ سلطان اور امیر ہو۔ یا ولی اور عالم، زاہد ہو یا کوئی بھی ہو، کیونکہ عامۃ العوام اجتماعیات میں انہی کی اطاعت اور تابعداری سے حاصل ہوتا ہے تو یہ عوام ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی اللہ سے محبت ہوتی ہے حب وسائل رزق کو محبت حقیقی کا مقصود سمجھ لیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں کیونکہ فطرت انسانی کچھ ایسی واضح ہوتی ہے کہ اپنے رب سے وہ محبت اسی لئے رکھتا ہے کہ اس کی حاجتیں وہ پوری کرتا ہے اور تمام انسانوں کی فطرت ہے۔

قولہٗ تعالیٰ | خدا کا فرمان!

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ — اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے۔

یعنی دوسرے لوگ جو انداد اللہ سے محبت رکھتے ہیں اس سے سخت محبت یہ اللہ تعالیٰ سے رکھتے ہیں اور یہ مومنوں کا منہاج و طریقہ ہے، حب مومن لوگ کسی انسان کو اپنے رزق کا ذریعہ اور وسیلہ مانتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں تو اس سے کہیں زیادہ اللہ کی محبت، اس کی عظمت کرتے ہیں اور اس سے کہیں زیادہ جو یہ لوگ انداد و شرکاء کی عظمت کرتے ہیں۔

اس طرح مومنوں کا طریقہ اور مشرکوں کا طریقہ میز و ممتاز ہو جاتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ | خدا کا فرمان!

وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ — اور جو بات ان ظالموں کو عذاب دیکھنے کے بعد سوجھے گی اے کاش اب سوجھ پڑتی۔

ممکن ہے یہ لوگ اپنے اعمال کے نتیجہ سے متنبہ اور آگاہ ہو جائیں کہ ان کی فطرت انسانیہ اپنے مرکز سے ہٹ گئی ہے ــــ حب ایک انسان غور و فکر کرتا ہے تو وہ اس نتیجہ تک ضرور پہنچ جاتا ہے کہ ساری قوتیں اور تمام تر طاقتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، شاید انسان اپنی ذات کے

اقتضاء سے متنبہ اور آگاہ ہو جائے کہ مرجع مرکز فطرۃ اللہ تعالیٰ ہی ہے ——— جب اس کی فطرت اپنے مرکز سے منحرف ہو جاتی ہے تو یہ اپنی جان کو سخت ترین عذاب میں پاتا ہے۔ اور جب تک وہ اپنے قوائے نفس سے آگاہ اور باخبر نہیں ہوتا اور عذاب میں مبتلا نہیں ہوتا۔ جب یہ عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے تو سمجھنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شدید العذاب ہے۔

اس قدر فہم و سمجھ اجتماعیت قاصرہ میں بھی انسان رکھتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان!
اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۱۶۶ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۱۶۷	یہ ایسا پُرخطر وقت ہوگا کہ اس وقت گرو اپنے چیلوں چانٹوں سے دست بردار ہو جائیں گے اور عذاب آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات سب ٹوٹ جائیں گے اور چیلے بول اٹھیں گے اسے کاش ہم کو ایک دفعہ دنیا میں پھر لوٹ کر جانا ہے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے دست بردار ہو گئے اسی طرح ہم بھی ان سے دست بردار ہو جاتے ہیں یوں اللہ ان کے اعمال آگے لائے گا کہ ان کو وہ اعمال سرتاسر حسرت دکھائی دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔

ان دو آیتوں میں دنیا میں جو انسان نے غلطیاں کی ہیں۔ اور اپنی دنیاوی زندگی میں جو اس نے کیا ہے موت کے بعد جو اس کا نتیجہ ملنے والا ہے اس کا ذکر ہے۔

اور قولہٗ	اور خدا کا فرمان!
اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ——— الی قولہ ——— وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۱۶۷	یہ ایسا پُرخطر وقت ہوگا کہ اس وقت گرو اپنے چیلوں چانٹوں سے دست بردار ہو جائیں گے اور عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات سب ٹوٹ جائیں گے ——— تا ——— اس پر ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا

یہ تمامتر نتیجہ ہے اس جہالت کا جو دنیا میں یہ کرچکا ہے ۔

یہاں اس باب کی فصل اول ختم ہوئی[۱]

کسب معاش اور رجوع الی اللہ وحدۂ مصارف فطرت انسانیہ ہے تو جو شخص اس میں غلطی کرتا ہے اور اپنا رزق لوگوں کے ہاتھوں سے طلب کرتا ہے اور اپنے کندھوں سے بارکسب کی مسئولیت کو نکال پھینکتا ہے اور ان قوی پر غور و تدبر نہیں کرتا جو اس کے اندر پیدا کئے گئے ہیں تو جہنم میں جائے گا ۔

اور یہ وہ شخص ہے جس نے خدا کا "ند" اور "شریک" بنالیا گویا اس نے اصول باب اول کو قطعاً بھلا دیا ہے یا یہ کہ کتاب کے اصول کا ماحصل نہیں سمجھا تو یہ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا ۔

فصل ثانی

اس میں بیان ہے کہ اس نے اپنے کسب سے کیا پیدا کیا؟ انسان نے مال کیونکر پیدا کیا اور کہاں صرف کیا اور کیا اس سے استفادہ کیا

پہلا فائدہ جو انسان اپنے کسب سے اٹھاتا ہے وہ کھاتا ہے ۔

قولہٗ تعالیٰ	خدا کا فرمان !
یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۱۶۸	لوگو زمین میں جو چیزیں حلال وطیب ہیں ان سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں بدی اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہے گا ۔

اکل حلال وطیب کی قید، یہ تقیید قانون کی تقیید ہے اس تقیید قانون کی مقدار سے اجتماع قائم یعنی ادنیٰ اجتماع بھی خالی نہیں ہے کیونکہ یہ تقیید بالقانون تمدن کی طرف ارتقاء انسانی کی اساس و بنیاد ہے خدا کا یہ قول :

---

[۱] اس فصل کا ماحصل یہ ہے کہ کسب معاش مصارف فطرت اور رجوع الی اللہ سے ہوتا ہے جو اس کا خالق ہے ۔ ۱۲

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اور شیطان کے قدم لقدم نہ چلو

اور اتباع خطوات شیطان یہ ہے کہ کسی قانون کی بھی اتباع نہ کی جائے اور صرف اپنی خواہشات کی اتباع کرتا ہے

قولہ تعالیٰ خدا کا فرمان!

اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۶۹ وہ تو تمہیں بدی اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہے گا اور یہ چاہے گا کہ اپنی طرف سے بے سمجھے بوجھے خدا پر بہتان باندھو

"السوء" خبیث، ناپاک، ناجائز مراد ہے اور وہ چیز جس کا ارتکاب اجتماع میں حرام ہو وہ مراد ہے اور وہ چیز جس کا ارتکاب ترک حیاء کا موجب ہو اسے "الفحشاء" کہتے ہیں اور یہاں فحشاء سے یہی مراد ہے۔

اور اتباع ہوا یعنی خواہش پرستی انسان کو خطیرۃ القدس کی راہ پر چلنے سے مانع ہوتی ہے۔

اور اسی طرف اسی قول خداوندی میں اشارہ ہے۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور یہ چاہے گا کہ اپنی طرف سے بے سمجھے بوجھے خدا پر بہتان باندھو۔

خطیرۃ القدس کا طریقہ کاملین کے ذریعہ ملتا ہے۔ کاملین اس کو اپنی آنکھوں سے بعینہٖ دیکھتے ہیں یا ایسا دیکھتے ہیں گویا اسے دیکھ لیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو بلا دیکھے اور بلا اس درجہ تک پہنچے کے اللہ تعالیٰ پر حکم لگاتے ہیں وہ جہالت کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہے۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان!

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم خدا نے اتارا ہے اس پر چلو۔

یعنی ارتقاء اجتماعیہ کے لئے واجب ہے کہ اس کی اساس و بنیاد اعلیٰ سے اعلیٰ ہو جو خطیرۃ القدس اور خطیرۃ انسانی کے موافق ہو۔ اور یہ اساس و بنیاد خطیرۃ القدس کی پیروی و اتباع ہے۔

قولہٗ تعالیٰ خدا کا فرمان!

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا تو وہ جواب دیتے ہیں نہیں جی ہم تو اس طریقے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط — پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے ۔

یعنی یہ لوگ صحیح قانون کی گرفت سے آزاد ہیں اور آباؤ اجداد کی اتباع خلاف فطرۃ نہیں ہے ۔ جبکہ آباؤ اجداد کی اتباع وہ اس میں کریں جس میں آباؤ اجداد فطرۃ کی اتباع کرتے ہیں اور اسے ترک کردیں جس کو وہ دیکھیں کہ آباؤ اجداد فطرۃ کے خلاف چل رہے ہیں ۔

اگر یہ لوگ تکلیف سے نکل جائیں تو معنی یہ ہوں گے کہ ان کے آباؤ اجداد فطرۃ پر نہیں تھے باوجود اس کے یہ ان کی اقتداء کر رہے ہیں اور حظیرۃ القدس سے خلاف جا رہے ہیں اور اسی کی طرف یہ قول خداوندی اشارہ کر رہا ہے ۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ — بھلا اگر ان کے بڑے کچھ بھی نہ سمجھے اور نہ راہ راست چلتے رہے ہوں ۔

یعنی وہ لوگ ہیں جو جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور تقلید حظیرۃ القدس کو پسند نہیں کرتے اور انسانی ترقی کے لئے عمل نہیں کرتے اور بالکل حیوانوں جیسے ہیں ۔ ارتقاء کی تدابیر ارتقائیہ کو سمجھتے ہی نہیں اور یہ تعلیم تو انسانوں کے لئے ہے تاکہ یہ ارتقاء اعلیٰ کے اہل ثابت ہوں اور اسی کی طرف اس قول خداوندی میں اشارہ ہے

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ط صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾ — اور جو لوگ کافر ہیں بت پرستی میں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک چیز کے پیچھے بڑھا چلا جا رہا ہے اور وہ سنتی سناتی خاک نہیں تو اس کا چلانا محض بے سود بلانا اور پکارنا ہے بتوں پر کیا منحصر ہے یہ لوگ تو دہی بہرے گونگے اندھے ہیں جو سمجھتے بوجھتے کچھ نہیں ۔

یعنی وہ حیوان ہیں جو لوگ کفر کرتے ہیں وہ مثل حیوانات کے ہیں جن کو انسان بلاتا اور پکارتا ہے ان سے خطاب نہیں کرتا ۔ نقطان کو بلاتا اور پکارتا ہے اور پکارتا ہے یہ جانور ترقی وارتقاء کو سمجھتے ہی نہیں ۔ اپنے کانوں اپنی بصارۃ ، اپنی زبان کو کام میں ہی نہیں لا سکتے ۔

اس میں جنگل اور صحرا کے اعراب اور بدو داخل ہیں جو قرآن حکیم کے مطالب عالیہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ قرآن کی تعلیم صحراء و جنگل کے اعراب و بدوؤں کی تھی اور تعلیم مادہ اور خطاب صرف انہیں کے لئے تھا یہ بھی قرآن کے مطالب کو نہیں سمجھتے وہ بھی ان اعراب و بدو اور جنگلوں جیسے ہیں ۔

قولہ تعالیٰ	خدا کا زمان!
یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۱۷۲	مسلمانو! ہم نے تو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے بے تامل کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ اس نے تو تم پر بس مرا ہوا جانور اور
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ج	خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے اور نیز وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کے لئے حلال اور نامزد کیا جائے

انسان جو کسب بھی کرتا ہے اس میں بعض اوقات ایسی چیزیں اور ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کو انسان اپنی فطرۃ سے طیب اور پاک سمجھتا ہے اور بعض اوقات ایسی چیزیں اور ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کو وہ خبیث، ناپاک اور ناجائز سمجھتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے ان کو طیب چیزوں سے کھانے کا حکم دیا کہ یہ کھایا کریں۔ پھر اصول اور بعد کی طرف رجوع کرے اور پورے حالات کو جانچے کہ اس نے اپنی قوت سے کیا حاصل کیا اور کھانے کھلانے میں کتنا صرف کیا ہے اور اجتماعیہ انسانیہ پر فی سبیل اللہ کتنا خرچ کیا ہے اسی کی طرف واشکروا للہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اور مستخبث عامہ، اور خبیث وناپاک دو چیزیں ہیں، اول میتہ اور مردار، دوم خون، میتہ اور مردار کے کھانے سے انسان نشاط وخوشی اور ہمت سے محروم ہو جاتا ہے اور خون کھانے سے قاسی القلب ہو جاتا ہے اور رحمت وشفقت اس سے معدوم ہو جاتی ہے اس کے علاوہ فطرت انسانی بھی اس کو خبیث وناپاک سمجھتی ہے کسی شاعر کا شعر ہے۔

تھے نہ کرگس اور زغن کی طرح ہم مردار خوار
قوت اپنا تھا جو خود ہی مار کر لاتے تھے ہم

جو انسان مردار کھاتا ہے، نشاط وخوشی اس سے دور بھاگتی ہے اور ہمت مفقود اور پست ہو جاتی ہے اور اسی لئے انسان اپنا شکار کیا ہوا ہی کھاتا ہے۔

اب رہا سوال خنزیر کا تو آئمہ حنفیہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور اس لیئے حرام قرار دیا ہے کہ اس میں فطرۃ انسانی کے خلاف خصلت موجود ہے اور خلاف فطرت خصلت یہ ہے کہ ایک مادہ سے وطی

دجماع میں کئی کئی خنزیر شریک ہوجاتے ہیں جو کسی صورت کسی حال میں انسان کے لئے جائز نہیں ہے اگر خنزیر میں کچھ فوائد بھی ہوں تو اس کے ضرر عظیم و غالب کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور اس لئے خدا نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

اب رہا مسئلہ تحریم ما اھل بہ لغیر اللّٰہ (خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر حلال و نامزد کیا جائے) تو اس کی تحریم اس لئے کہ یہ حنیفیہ کا ایک اہم شعار ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے بینہ اور دلائل و براہین سے ان اشیاء کو حرام کیا ہے ان میں بعض ایسی ہیں جن کی حرمت فطرت انسانی کی وجہ سے ہے اور فطری حرمت ہی اس کے لئے کافی ہے اور یہ بینات کی مثل ہے۔ بعض چیزوں کی حرمت استرشاد اور ہدایت کی محتاج ہے اور یہ خنزیر اور ما اھل بہ لغیر اللّٰہ ہے یہ دونوں نظریات کے حکم میں ہے ان چیزوں کی حرمت و تحریم اس شخص کے لئے ہے جو مضطر اور بے بس نہیں ہے اور مضطر کو اپنا اضطرار دور کرنے کے لئے جائز ہے۔

خدا کا فرمان!	قولہٗ تعالیٰ
تو جو بھوک سے بے قرار ہوجائے اور عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔	فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۱۷۳

اضطرار کا حکم مبتلا ہونے والے کے لئے کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے کیونکہ دوسرا آدمی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ دوسرے انسان پر حکم لگائے کہ یہ اس کے لئے مضطر ہے یا نہیں ہے نیز کتاب اللہ نے قوت فکریہ کے استعمال کو اپنی جان کے لئے بتلایا ہے جو اسی پر واجب ہے اور مسئولیت و مواخذہ اس کی گردن پر ہوگا نہ دوسرے کی گردن پر۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو شریک گردانا۔ تو اس نے اس اصول کو باطل کر دیا کیونکہ "ند" "انداد" اور شرکاء اپنے پیروؤں میں اپنی جانوں کی فکر کے لئے قوت ہی نہیں رہنے دیتے۔

طیبات و پاکیزہ چیزیں جن کو خدا نے ہمارے لئے حلال کی ہیں وہ وہی ہیں جو حرام نہیں ہیں اور متن قانون میں ہے۔ انسان طیب و پاکیزہ غیر محرم کو کھائے۔ دوسری عبارت میں یہ کہو کہ حلال و طیب کو کھائے جیسا کہ ابتداء فصل میں ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا

لوگو! حلال و طیب جو زمین میں پیدا ہوتی ہیں کھاؤ

الآیہ

قولہ تعالیٰ

خدا کا فرمان!

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

جو لوگ ان احکام کو جو خدا نے اپنی کتاب تورات میں نازل کئے چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اور کچھ نہیں مگر اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں اور قیامت کے دن خدا ان سے بات بھی تو نہیں کرے گا۔ نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔

اس فصل ثانی میں یہ بیان ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ماکولات میں دو چیزوں کا پابند ہو۔ اول یہ کہ وہ چیز خبیث نہ ہو جس کو طبع سلیم قبول نہ کرتی ہو۔ دوم یہ ہے کہ یہ اس کے خلاف نہ ہو جس کی حرمت پر ائمہ حنیفیہ جو تکمیل انسانیت کے ائمہ ہیں اور ان کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

پہلی فصل میں اکتساب معاش کو اعتماد علی اللہ سے مقید کر دیا اور دوسری فصل میں ترک مستخبثات جن کو ترک کرنے کا حکم آئمہ اجماع نے دیا ہے اس تقیید کا امر و حکم فرمایا ہے۔

اتنی مقدار اصول انسانیت میں تمام انسانوں پر واجب ہے کہ اصول کی تعلیم کو عام تعلیم اصول اخلاق کے بعد عام کر دیں۔ کیونکہ یہ اجتماعیت فطریہ انسانیت ہے۔ جب کوئی انسان اس اجتماعیت سے خالی ہوگا۔ تو فطرت سے دور ہو جائے گا۔

اس باب میں جو کچھ ہے ضروریات انسانی ہیں اور اس اعتبار سے یہ ادنیٰ درجہ اجتماعیت سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعلیم عام کرنا واجب ہے اور جو لوگ اس کو چھپائیں گے وہ جہنم میں جائیں گے اور لوگوں کی طرح جن کا ذکر باب اول میں چھپانے والوں کا کیا گیا ہے اور ان پر لعنت کی جائے گی۔

اور آیت (۱۷۵) — (۱۷۶) میں اس کا بالتفصیل ذکر ہے۔ اور میں نے آیت (۱۷۴) کا ذکر کر دیا ہے یہاں میں آیت (۱۷۵) اور (۱۷۶) کا ذکر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا

یہی لوگ ہیں جنھوں نے راہ راست بدلے گمراہی مول

الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ‎﴿۱۷۵﴾‏ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ‎﴿۱۷۶﴾‏

لی اور بخشش الٰہی کے بدلے عذاب۔ پس ان کی آتش دوزخ کی سہار بھی غضب کی سہار ہے یہ اس لئے کہ کتاب توراۃ کو حقیقت میں خدا ہی نے اتارا، اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف اور اس میں رد و بدل کیا، چھپایا، وہ بڑے درجے کی مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں

تعلیم جبری تمام لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے، البتہ ابتدائی تعلیم جبری ہو سکتی ہے۔ ابتدائی تعلیم کا ایسا جزء ہے جس کی تعلیم درجہ ابتدائیہ میں دینا واجب ہے اس کو عام کر دینا بھی واجب ہے اس جیسی تہدید و تنبیہ اس کے بعد آخر سورۃ تک کسی شے کے متعلق وارد نہیں ہے۔

میں تعجب کرتا تھا کہ تہدید کی تکرار تھوڑی تھوڑی آیتوں کے بعد کیوں ہے پھر میں سمجھا کہ اس تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے ایسا کیا گیا ہے۔ اب میں تکرار تہدید کا مقصد سمجھ گیا۔ وللہ الحمد۔

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ — بے شک وہ لوگ جنھوں نے کتاب کے بارے میں اختلاف کیا۔

کتاب کے متعلق ان کا اختلاف اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے کتاب کے معنی نہیں سمجھے اور اول — اور ثانی کو چھپانے والوں کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ جس سے اس شنیع فعل کی وضاحت ہو جائے گی۔ مثال یہ ہے کہ ایک قوی اور طاقتور بارعب صاحب شوکت آدمی تھے جس کے ساتھ بے شمار اس کے پیرو موجود ہیں اس نے ایک صحرا اور جنگل میں جہاں پانی دستیاب نہیں ہوتا۔ ایک پانی کے تالاب پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے اندر برسات کا پانی جمع ہے اس پر کچھ دوسرے لوگ جو پیاسے تھے اور پانی کے بغیر تڑپ رہے تھے بڑی تلاش و جستجو کے بعد پہنچے۔ ان لوگوں کو پانی نے نہایت بے چین کر رکھا تھا۔ قریب تھا کہ ان کی جانیں بغیر پانی کے نکل جائیں۔ ان لوگوں نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اضطراب کو دور کریں اور دلوں کو ٹھنڈک میسر آئے ورنہ یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اس شخص نے اپنی قوت و طاقت کے بل پر ان کو روک دیا۔ اور پانی نہیں پینے دیا تا آنکہ یہ تمام کے تمام لقمۂ اجل ہو گئے — تو کیا شرائع الٰہیہ میں کوئی ایسا قانون ہے جو اس شخص کو معذور سمجھے اور اس پر رحم کرے؟۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ جو اپنے پاس کتاب رکھتے ہیں اور لوگوں تک اصول ابتدائیہ کی تبلیغ نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے کو یہودی کہیں۔ یا نصاریٰ کہیں یا مسلمان کہیں، محض نام کے یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہیں، اور حق سے بالکلیہ دور ہیں جو لوگ جاہل اور بے خبر رہیں گے ان کا گناہ ان سروں پر ہوگا جو کتاب کو اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو ہدایت و راہنمائی کی راہ نہیں دیتے ——

اس سے یہ باب ختم ہوا۔

امام عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کا خاندان

ابتداء سورت سے لیکر بیان تک امام عبدالعزیز دہلویؒ نے تفسیر کی ہے جس کا نام انھوں نے "فتح العزیز" رکھا ہے اسی طرح آخر قرآن کے دو پاروں کی تفسیر کی ہے۔ "تبارک" اور "عم" کی۔ اس تفسیر میں انہوں نے بہت سی ضعیف بلکہ موضوع چیزیں بیان کی ہیں۔ لیکن یہ اسی طرح مندرج کی گئی ہیں جس طرح حکماء اپنی کتابوں میں اساطیر اور قصے بیان کرتے ہیں اور ایسا اس لئے کیا کہ اگر یہ اپنی تفسیر میں یہ درج نہ کرتے تو ان کے زمانے کے لوگ اس کی طرف توجہ و التفات نہ کرتے اور اس تفسیر سے منتفع نہ ہوتے۔

انہی امام عبدالعزیزؒ نے اپنے والد امام ولی اللہ کے علوم کی نشر و اشاعت کی۔ اگر امام عبدالعزیزؒ نہ ہوتے تو لوگ امام ولی اللہ کو نہ پہنچانتے کہ وہ حکیم و مجدد بھی ہیں۔ ان کو صرف صوفی سمجھتے۔ اگرچہ آپ کے خاص خاص شاگرد سمجھتے کہ وہ حکیم بھی تھے اور امام بھی تھے اور مجدد بھی تھے۔

پھر امام عبدالعزیزؒ نے اپنا طریق تعلیم اپنے والد امام ولی اللہؒ کی کتابوں کو درس میں داخل کیا۔ اور اپنے مدرسہ کے خاص پروگرام میں اپنے والد کی کتابیں داخل کیں۔

جو لوگ ان کے مقصد کی معاونت و امداد کرتے تھے ان کے دونوں بھائی امام رفیع الدینؒ اور امام عبدالقادرؒ تھے۔ یہ ہر دو اپنی مخصوص کارگزاریوں اور علمی خدمات کے لحاظ سے ہندوستان میں بہت مشہور ہیں۔ یہ ہر دو امام عبدالعزیزؒ کے مدرسہ میں بڑے مدرس تھے۔

اور طبقہ ثانیہ میں صدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیلؒ امام عبدالعزیزؒ کے بھتیجے شیخ عبدالغنیؒ اور صدر الحمید مولانا محمد اسحاقؒ ان کی بہن کے لڑکے ان کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے۔

ان ہر دو طبقوں سے سینکڑوں، ہزاروں لوگ مستفید و مستفیض ہوئے اور پورے ہندوستان کو اپنے علوم سے معمور کر دیا۔ کوئی عالم ایسا نہیں جس کی سند حدیث کا مصدر اور مرجع امام عبدالعزیزؒ نہ ہوں جس کے پاس حدیث کی سند ہوگی۔ اس کا انتہا امام عبدالعزیزؒ پر ہوگا۔

جب امام عبدالعزیزؒ تعلیم اور درس حدیث سے فارغ ہوئے تو جہاد کا پروگرام مرتب کیا اور انقلاب کا ایک خط کشیدہ کیا جو لوگ اس مدرسہ سے فارغ ہو کر نکلتے انقلاب کا برنامج یعنی پروگرام لے کر نکلتے۔

ہمارے مشائخ دیوبند، انہی حضرات کے پیرو اور انہی کے طریق پر چلتے ہیں۔

پھر امام اسمٰعیل شہیدؒ اور امام اسحاقؒ نے امام عبدالعزیزؒ کے طریقہ کی تجدید کی، ہمارے شیخ شیخ الہندؒ نے انہی کے طریقہ پر چلتے تھے۔ پھر انہوں نے اس طریقہ کے مبادی کی تجدید کا حکم فرمایا۔

(جاری ہے)

معلوم ہونا چاہیے کہ کامل ترین اور مکمل ترین دین وہی ہے جس میں جہاد کا حکم موجود ہو اور اس کا سبب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امر و نہی کا مکلف گردانا ہے اور تکلیف امر و نہی کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کے چند غلام کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو گئے اور اس نے اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو دوا پلاؤ، اگر وہ جبراً قہراً ان کو دوا پلائے اور زبردستی ان کے منہ میں ڈالے تو وہ حق بجانب ہے لیکن رحمت و لطف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دوا کے فوائد بیان کرے اور سمجھائے تاکہ برضا و رغبت یہ دوا پی لیں، نیز دوا کے ساتھ کچھ شہد اور شیرینی کا بھی اضافہ کر دے تاکہ عقلی رغبت کے ساتھ انہیں طبعی رغبت بھی ہو جائے۔

(حجۃ اللہ) جہاد